بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر ابو جابر دامانوی حفظہ اللہ کا ایک خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا شمارہ نمبر۲ میں میرا ایک مختصر مضمون ''طب نبوی ﷺ سے ڈینگی وائرس اور تمام بیماریوں کا علاج'' چھپا ہے، جس کی آخری دو سطریں اس طرح چھپ گئی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ بیمار پر اپنا دائیاں ہاتھ پھیرتے اور اس دعا کو پڑھتے، نیز اوپر والی آیت کو بھی بار بار تلاوت کرتے تھے۔'' (ص ۴۲)

حالانکہ اصل الفاظ اس طرح ہیں: ''نیز اوپر والی آیت کو بھی بار بار تلاوت کرے''

یعنی اس دعا کو پڑھے اور ساتھ ساتھ اس آیت کو بھی پڑھے تاکہ اس کا عقیدہ بھی درست ہو جائے۔ لیکن نقل کرنے میں بے احتیاطی (یا سہو و غلطی) کی وجہ سے ''کرے'' الفاظ کو ''کرتے تھے۔'' میں بدل دیا گیا ہے اور اس طرح شبہ ہو رہا ہے کہ اس دعا کے ساتھ اس آیت کی تلاوت کرنا بھی مسنون عمل ہے حالانکہ حاشا وکلا میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا۔

نبی ﷺ کی طرف کسی بات کو منسوب کرنا جو کہ آپ نے نہ فرمائی ہو تو ایسا شخص سخت وعید کا مستحق ہے اور میں اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

لہٰذا آئندہ اشاعت میں اس غلطی کا ازالہ فرمادیں، نوازش ہوگی۔

نیز ضرب حق کے سات (۷) شمارے میرے پاس نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ شمارے مجھے ارسال فرمادیں یعنی شمارہ نمبر۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸

تمام دوستوں، ساتھیوں اور جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث کے تمام علماء کرام اور طلباء عظام اور بالخصوص فضیلۃ الشیخ محترم جناب سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ تعالیٰ کو میرا بہت بہت سلام عرض کریں۔

فقط والسلام

کتبہ: ابو جابر عبداللہ دامانوی

(۶ صفر ۱۴۳۳ھ، بمطابق یکم جنوری ۲۰۱۲ء بروز اتوار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم





جلد: 3	ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مارچ ۲۰۱۲ء	شمارہ: 3

قیمت

فی شمارہ	سالانہ	پاکستان
20 روپے	200 روپے علاوہ محصول ڈاک	300 روپے مع محصول ڈاک

اس شمارے میں

برائے خط کتابت

ماہنامہ ضربِ حق

جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث
مقام حیات سرگودھا

برائے رابطہ

حافظ
عمر فاروق شاکر
0300-4608164
048-3715130

مقام اشاعت: جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث مقام حیات سرگودھا

خطبات

توحید اور علم غیب

سید محمد سبطین شاہ نقوی

[جس کے پاس عقیدۂ توحید نہیں، اس کی کوئی نیکی نہیں]

عقیدۂ توحید کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کیا ابن جدعان جنت میں جائے گا کیونکہ وہ صدقہ وخیرات بہت کرتا تھا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن جدعان جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ اس کا عقیدہ توحید والا نہیں تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۴، ترقیم دارالسلام: ۵۱۸ وھذا تلخیص منہ)

جس کے پاس عقیدۂ توحید نہیں، اس کی کوئی نیکی قبول نہیں۔

آج کے اس اجتماع میں ہر قسم کا آدمی موجود ہے۔ دیوبندی اور بریلوی حضرات بھی آئے ہوئے ہیں۔ چند گزارشات سماعت فرمائیں:

میرا یہ اعلان ہے۔ جو شخص مخلص ہو کر عقیدۂ توحید کو سمجھنے کی کوشش کرے گا، اسے توحید ضرور سمجھ آئے گی اور جب توحید سمجھ آ گئی تو یقیناً وہ شخص ضرور اہل حدیث ہوگا۔ ان شاء اللہ

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ اپنے خطابات میں ارشاد فرمایا کرتے تھے: کسی شخص کو میرے سامنے بٹھاؤ۔ میں اس کے سامنے اللہ کا قرآن ہی پڑھوں گا۔ قرآن کی بے شمار آیتیں اس کے سامنے رکھوں گا، اسے شام کو میرے پاس سے لے جانا۔ اگر وہ شخص تعصب سے ہٹ کر میری گفتگو سنے گا تو اس کے پاس سوائے اہل حدیث ہونے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ

خیر خواہ خطیب

اب جو وقت آپ نے مجھے خطاب کے لئے دیا ہے، یہ وقت میرے پاس امانت

ہے۔ میں اس وقت میں آپ کو اگر خالص کتاب وسنت مخلص ہو کر پیش نہ کروں تو میں اللہ کا بھی مجرم ہوں اور آپ کا بھی مجرم ہوں۔ میں نے اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب کتاب بھی دینا ہے۔ قبر کی تنگی اور کشادگی میرے سامنے ہے۔ حشر نشر کا معاملہ میرے سامنے ہے۔ میں ان ساری چیزوں کو اپنے سامنے رکھ کر آپ سے مخاطب ہوں۔ میں مکمل کوشش کروں گا کہ آپ کے سامنے صحیح بات پیش کروں اور عقیدۂ توحید سمجھانے کی کوشش کروں۔ آپ حضرات بھی مخلص ہو کر تعصب، ضد، ہٹ دھرمی چھوڑ کر میری گفتگو سنیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ صحیح بات ضرور سمجھ جائیں گے۔

ہم ہر شخص کے خیر خواہ ہیں، جو راہِ ہدایت کی فکر رکھتا ہے اور جہنم کی آگ سے بچنا چاہتا ہے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے پڑوسی کے گھر میں آگ لگی ہو اور میں اسے نہ بجھاؤں؟ یہ بعد میں دیکھا جائے گا کہ وہ کون ہے: اہل حدیث ہے، بریلوی ہے، دیوبندی ہے یا شیعہ ہے۔

پہلے اس کے گھر کی آگ بجھاؤں گا، کیونکہ پڑوس کو آگ لگی ہے۔ میں اس چیز سے پوری طرح آگاہ ہوں کہ اگرچہ میرے پڑوس کے گھر دنیا کی آگ نہیں لگی لیکن شرک و بدعت کے ذریعے سے جہنم کی آگ ضرور لگی ہوئی ہے اور کیا یہ میرا حق نہیں بنتا کہ میں اس آگ کو بجھاؤں؟!

اگر مجھ میں اتنی استطاعت نہیں کہ میں آگ بجھا سکوں تو کم از کم اس آگ کو بجھانے کا طریقہ تو ضرور بتاؤں۔ یہی میری اس سے خیر خواہی ہے کہ میں اسے ایسا طریقہ، ایسی لائن ضرور بتا دوں جس سے یہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔

"عن همام قال: حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَ هٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِيْ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيْهَا وَ جَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَ يَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيْهَا قَالَ: فَذٰلِكُمْ مَثَلِيْ وَ مَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ

بِحُجَزِ كُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا .))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث بیان کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اس آدمی کی طرف ہے جس نے آگ جلائی۔ جب اس کے آس پاس کا ماحول روشن ہو گیا تو یہ کیڑے مکوڑے اور آگ میں گرنے والے پتنگے اس میں گرنے لگے۔ وہ آدمی ان کو روکنے لگا (کہ اس میں نہ گرو) وہ اس پر غالب آجاتے ہیں (یعنی اس کے روکنے کے باجود) اس آگ میں گرتے ہی جاتے ہیں۔ پس یہی میری اور تمھاری مثال ہے۔ میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر اس آگ سے پیچھے ہٹا رہا ہوں کہ اس آگ سے دور رہو، اس آگ سے دور رہو اور تم ہو کہ میری ایک نہیں سنتے بلکہ آگ میں گرتے ہی جاتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۴، دارالسلام: ۵۹۵۷)

اسی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی اپنے بارے میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ جہنم کی آگ میں چلا جائے۔ جس کو پتہ چل جائے کہ فلاں شخص آگ میں جا رہا ہے تو اسے بچانے کی مکمل کوشش کرنی چاہئے اور پورے خلوص سے کرنی چاہئے۔

آیئے جو بات میں سمجھانا چاہتا ہوں، اس پر غور کریں۔

شرک سے پاک جماعت

جس جماعت میں شرک موجود ہے وہ جماعت حق پر نہیں ہو سکتی۔ میں نے ہر جماعت کو پرکھا ہے، ہر جماعت پر غور کیا ہے، ہر جماعت میں کسی نہ کسی رنگ میں شرک موجود ہے۔ پورے ملک میں اللہ کے فضل و کرم سے اگر کوئی جماعت شرک سے محفوظ ہے تو وہ صرف اہل حدیث ہیں۔

" عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ ؟ قَالَ: لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ ﴿ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ بِشِرْكٍ أَوَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى قَوْلِ

لُقْمَانَ لِابْنِهٖ ﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾“

علقمہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جب یہ آیت اتری:

”جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی قسم کے ظلم کی ملاوٹ نہ کی“ تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں ایسا کون ہوگا جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو ”جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوٹ نہ کی“ میں (ظلم سے مراد) شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت نہیں سنی کہ اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۳۶۰)

اس آیت کو سامنے رکھ کر غور وفکر کریں۔ جس گروہ میں شرک نہیں ہوگا، وہ گروہ سیدھے راستے والا ہوگا، وہ گروہ ہدایت یافتہ ہوگا۔

اس ملک میں کوئی گروہ قبر کی پوجا کر رہا ہے اور کوئی مٹی کی پوجا کر رہا ہے۔ کوئی درخت کو پوج رہا ہے اور کوئی مردہ کی پوجا کر رہا ہے۔ کوئی زندہ کی پوجا کر رہا ہے۔

کسی نہ کسی طریقے سے بہت سے لوگ شرک کر رہے ہیں۔

ہر قسم کے شرک سے اگر پاک ہے تو وہ اہل حدیث کا گروہ ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہے اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔ (الانعام: ۸۲)

عالم الغیب

مجھ میں ہزار خامیاں ہوسکتی ہیں اور میری جماعت میں سینکڑوں غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ خامیوں اور غلطیوں سے پاک کوئی نہیں، لیکن میرے عقیدے میں کوئی شرک نہیں۔ میرے عقیدے میں کوئی بدعت نہیں۔

اور شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کسی اور میں ماننا، جس طرح وہ صفت اللہ تعالیٰ

میں موجود ہے اور اسی طرح دوسرے میں ماننا، مثلاً اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔
اگر کسی دوسرے میں یہ صفت تسلیم کی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔
﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾
وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ (الحشر:۲۲)

میرا اعلان سن لو! کوئی عالم الغیب نہیں اللہ کے علاوہ۔

آج کل عام لوگ کسی نہ کسی کو عالم الغیب سمجھے ہوئے ہے۔ جو کوئی یا رسول اللہ مدد! کے نعرے لگا رہا ہے، وہ بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں۔ میرے حالات سے واقف ہیں۔ اس لئے انہیں پکار رہا ہے کہ میری مدد کرو۔

جو یا علی مدد! کہہ رہا ہے وہ بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ میرے حالات سے آگاہ ہیں، اسی لئے وہ کہہ رہا ہے: میری مدد کرو۔ کوئی پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو عالم الغیب سمجھ کر پکار رہا ہے اور کوئی کسی پیر کو عالم الغیب سمجھ رہا ہے کہ فلاں شیخ میرے حالات اور واقعات سے خوب آگاہ ہیں۔ سنو! اہلِ حدیث کا عقیدہ کیا ہے؟
﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾
وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ (الحشر:۲۲)

اللہ تعالیٰ کے سوا غیب جاننے والا کوئی نہیں۔ ظاہر بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور غیب بھی اللہ جانتا ہے۔

ایک درخت کے نیچے سارے ولی اکٹھے کر لو۔ سارے پیر ایک درخت کے نیچے اکٹھے کر لو۔ درخت کی ہر ٹہنی ان کے سامنے ہے۔ سارا درخت سب کے سامنے ظاہر ہے۔ ان سے پوچھو گے: بتاؤ اس درخت کے پتے کتنے ہیں؟ کوئی ولی نہیں بتا سکتا کہ اس درخت کے پتے کتنے ہیں۔ ظاہر بھی اللہ جانتا ہے اور باطن بھی اللہ جانتا ہے۔

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ (الانعام:۵۹)

آپ ﷺ بتاتے ہی وحی سے ہیں

کوئی آدمی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ماضی اور مستقبل کے تمام واقعات بیان کیے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اے میرے بھائی توجہ فرما! یہ سچ ہے آپ ﷺ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعات بیان کیے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعات بیان کیے ہیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا طور پر جانا بیان کیا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے مستقبل کے واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ آپ ﷺ نے حسن وحسین کی شہادت بیان کی ہے۔ آپ ﷺ نے حسن کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کا ذکر پہلے سے کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کی ہے۔ آپ ﷺ نے دجال کے واقعات بیان کیے ہیں، لیکن یہ سب کے سب واقعات عالم الغیب ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ اللہ کا قرآن کہتا ہے:

﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ٥ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے! کہ تمھارا ساتھی (رسول) نہ راہ بھولا ہے اور نہ غلط راستے پر چلا ہے اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے، وہ تو صرف وحی

ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ (النجم: ۱-۴)

آپ ﷺ وحی سے پہلے بولتے نہیں تھے اور وحی کے بغیر نہیں بولتے تھے۔

کوئی بھی عالم الغیب نہیں سوائے اللہ کے

میں مضمون کو آگے چلانا چاہتا ہوں۔ سیدنا آدم علیہ السلام بھی عالم الغیب نہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام بھی عالم الغیب نہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی عالم الغیب نہیں۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام اور سیدنا یوسف بھی عالم الغیب نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی عالم الغیب نہیں۔

کوئی نبی عالم الغیب نہیں۔ کوئی ولی عالم الغیب نہیں۔ کوئی فرشتہ عالم الغیب نہیں۔ کوئی جن عالم الغیب نہیں۔

عالم الغیب صرف اللہ ہے۔

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ کہہ دو! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (النمل: ۶۵)

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کہہ دو! میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس کے پیچھے چلتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ دو! کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔ (الانعام: ۵۰)

فرشتے عالم الغیب نہیں

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو بنایا پھر انھیں تمام چیزوں کے نام بتائے، پھر فرشتوں

کو کہا: ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِىْ بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ اور سکھلا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے، پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا: بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو۔

فرشتوں نے کہا:

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

انھوں نے کہا: تو پاک ہے، ہمیں تو اس کے سوا کچھ علم نہیں جو تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا ہے، کمال حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:۳۲)

جھوٹے قصے نہ پڑھا کرو۔ جھوٹی کہانیاں نہ سنا کرو۔ ادھر اُدھر کی باتیں نہ سنا کرو۔ رب سچے کا قرآن سنا کرو اور مصطفیٰ کی حدیث سنا کرو۔

جنات کو بھی غیب کا علم نہیں

جن بھی غیب کا علم نہیں جانتے ۔آج کل بعض لوگوں نے بڑے جن مؤکل (اپنے خیال میں تابع فرمان) کئے ہوئے ہیں جو چوری بتا دیتے ہیں۔

ہمارے علاقے میں ایک عورت ہے جو اپنے زعم میں چوری بتا دیتی ہے۔اس عورت کا دعویٰ ہے کہ اس نے ایک جن مؤکل کیا ہے۔ ایک آدمی کی چوری ہوگئی ۔لوگوں نے کہا: اس ملنگنی کے پاس جاؤ جو چوری بتا دیتی ہے۔اس آدمی نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا پھر کہنے لگا: چلو۔

اس عورت کے پاس آئے۔ بڑھیا عورت تھی ملنگنی ۔ اسے اپنی چوری کا واقعہ سنایا۔ دوران واقعہ اس کے گھر سے ایک بچی آئی۔ اس نے کہا: نانی اماں درانتی کہاں ہے مل نہیں رہی؟ اس نے کہا: گھر کے کسی کونے میں ہوگی تلاش کرو مل جائے گی۔ وہ تھوڑی دیر بعد پھر آئی، کہنے لگی: درانتی نہیں مل رہی؟ وہ نانی اماں کہنے لگی: نہیں مل رہی تو میں کیا کروں مجھے تو علم نہیں۔ وہ لوگ جو چوری کا پوچھنے آئے تھے کہنے لگے: چلو واپس چلتے ہیں۔ اسے تو اپنی

درانتی کا علم نہیں اور اس نے ہمیں چوری کیا بتانی ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ (الحشر:۲۲)

سلیمان علیہ السلام نے جنات کو کسی کام پر مامور کیا ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے:

بیت المقدس کی تعمیر پر انھیں مامور کیا تھا اور خود لاٹھی سے ٹیک لگا کر ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ جنات دن رات عمل کرتے اور کام بھی پوری محنت سے کرتے کیونکہ سلیمان علیہ السلام انھیں دیکھ رہے تھے۔ اسی حالت میں سلیمان علیہ السلام کی موت واقع ہوگئی اور جنوں کو کوئی علم نہیں ہوا۔ لاٹھی پر ٹیک لگانے کی حالت ہی میں فوت ہونے کے بعد کھڑے رہے۔ جب زمین کے کیڑے نے لاٹھی کھانا شروع کی۔ لاٹھی کو دیمک لگی اور سلیمان علیہ السلام نیچے گرے تب جنوں کو پتہ چلا کہ سلیمان علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں۔

﴿فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ﴾

پھر جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ کیا تو انھیں اس کی موت کا پتا نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اس کی لاٹھی کھاتا رہا پھر جب وہ گرا تو جنوں پر حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں نہ رہتے۔ (سبا:۱۴)

جنات کہتے ہیں: ہائے کاش! ہم غیب جانتے ہوتے تو اتنی محنت و مشقت میں نہ لگے رہتے۔

لٰہذا پتا چلا کہ کوئی جن غیب نہیں جانتا۔ کوئی مؤکل غیب نہیں جانتا۔ سب جھوٹ بولتے ہیں۔ فلاں چوری بتاتا ہے۔ فلاں یہ بتاتا ہے، وہ بتاتا ہے، یہ سب جھوٹ ہے۔ کوئی پیر فقیر غیب نہیں جانتا۔ یہ آپ کے ایمان کے ڈاکو ہیں۔ ان سے بچ جاؤ۔ اپنا عقیدہ بچالو۔

اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جاننے والا۔ اگر اللہ کے علاوہ یہ غیب جانتے ہوتے، چوری بتانے والے ہوتے تو پھر بتاؤ ملک میں چوریاں کون کرتا ہے؟ یہ چوریاں ڈکیتیاں کون کرتا ہے؟ دو ہی صورتیں ہیں: یا تو یہ پیر فقیر ''منتھلیاں'' لیتے ہیں یا پھر یہ غیب نہیں جانتے، لہٰذا جان لو:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ (الحشر: ۲۲)

طارق جمیل کا ترجمہ

موہڑہ ''شریف'' کے دربار پر عرس کے موقعے پر طارق جمیل (دیوبندی) نے خطاب کیا اور یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ کا ترجمہ کیا: ''اے غیب کی خبر بتانے والے نبی''

یہ کس کا ترجمہ ہے؟ کیا یہ اہل حق کا ترجمہ ہے؟

طارق جمیل کی تقریر کے بعد اس دربار کے سجادہ نشین گدی نشین نے چند منٹ گفتگو کی اور اس میں کہا: ہم لوگوں کو رائے ونڈ جانے سے منع کرتے تھے، اب پتہ چلا کہ ہمارا اور ان کا عقیدہ ایک ہے، لہٰذا رائے ونڈ جایا کرو۔ طارق جمیل نے ہمارے مغالطے دور کر دیئے ہیں۔

ہم بھی کہتے ہیں: واقعی تم دونوں ایک ہو۔

آج کے بعد اس مغالطے میں کوئی نہ آئے۔

آپ کو پتا ہے چند سال پہلے پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی کی والدہ فوت ہوئیں۔ اس کی والدہ کی وفات کے چالیس دن بعد طارق جمیل نے وہاں جا کر خطاب کیا اور خطاب کے بعد دعا کی، اس دعا میں کہا: اے اللہ! وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی کی والدہ کو معاف کر دے۔ تجھے واسطہ ہے نبی کے خون کا۔

نبی کے خون کا واسطہ دینا، یہ کون سی توحید ہے؟

اے اللہ! تجھے واسطہ ہے نبی کے اس خون کے قطرے کا جو احد کے میدان میں گرا تھا۔ پرویز الٰہی کی ماں کو معاف کر دے۔

یہ کیسی توحید ہے؟ کہاں گئی توحید؟

توحید پر قائم رہنا اور خالص توحید کو اپنانا یہ صرف اہل حدیث کو شرف حاصل ہے۔ ہمارے عقیدے میں شرک نہیں، ہمارے عقیدے میں بدعت نہیں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی

اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

سلیمان علیہ السلام کا لشکر جا رہا تھا۔ راستے میں چیونٹیوں کا گھر تھا اور چیونٹیاں باہر نکلی ہوئیں تھیں۔ ایک چیونٹی سلیمان کا لشکر دیکھ کر کہتی ہے:

﴿حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمھیں کچل نہ دیں اور وہ خیال بھی نہ کرتے ہوں۔

چیونٹی کی بھی فطرت میں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ چیونٹی کہتی ہے: سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر لاشعوری میں چیونٹیوں کو روند نہ ڈالیں، یعنی جان بوجھ کر تو ہمیں نہیں روندیں گے لیکن غیر شعوری میں انھیں پتا ہی نہ چلے اور وہ ہمیں روند ڈالیں۔

پتا چلا کہ چیونٹی کی فطرت میں بھی یہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

چیونٹی کا چھوٹا سا سر ہے۔ اسے بات سمجھ میں آ گئی، لیکن بدعتی مولوی کا اتنا بڑا سر ہے کہ اسے بات سمجھ میں نہیں آئی۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ (الحشر:۲۲)

ہدہد اور سیدنا سلیمان علیہ السلام

ایک اور چھوٹی سی سری والا پرندہ اس کا بھی عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔ سلیمان نے پرندوں کی حاضری لگائی تو ہدہد کو غیب پایا، آپ بڑے غصے میں آ گئے اور کہنے لگے: میں اسے بڑا سخت عذاب دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا ہاں البتہ واضح عذر کوئی پیش کرے گا تو ٹھیک ہے۔ سلیمان کو کوئی پتا نہیں کہ ہدہد کہاں ہے:

﴿وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ اور خبر لی پرندوں کی تو کہا: کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہدہد کو یا ہے وہ غائب؟ اس کو سزا دوں گا سخت سزا، یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح۔ (سورۂ نمل:۲۰)

ہدہد سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر کہتا ہے:

﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾

پس وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی پھر کہنے لگا: میں نے اس بات کا احاطہ کیا ہے جس کا احاطہ تو نے نہیں کیا اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ (سورۂ نمل:۲۲)

اے سلیمان (علیہ السلام)! میں وہ جانتا ہوں جو آپ بھی نہیں جانتے۔

ہدہد چھوٹے سے دماغ والا اسے بات سمجھ آ گئی۔

لیکن بڑے دماغ والوں کو بڑے بڑے سر والوں کو بات سمجھ نہیں آتی۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ (الحشر:۲۲)

قیامت کے دن پیغمبروں کا جواب

اب قرآن کی وہ آیت سنیں جو تمام پیغمبروں کے متعلقہ ہے، سب پیغمبروں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے: ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (المائدہ:۱۰۹)

رسولوں سے پوچھا جائے گا: تمھاری قومیں تمھارے بعد تمھیں پکارتی رہیں یا یہ مطلب ہے کہ قوموں نے تمھیں کیا جواب دیا؟

سب پیغمبروں کا عقیدہ ہے اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کہہ دیں! میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس کے پیچھے چلتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ دیں! کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟! (الانعام:۵۰)

کتنے سادہ الفاظ ہیں۔ ایک عام سوجھ بوجھ والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں:

((لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ .)) میں غیب نہیں جانتا۔

ایک دوسرے مقام میں فرمایا: ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا

نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ کہہ دیں! میں نہ اپنی جان کے کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ نقصان کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ایک ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں، ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ (الاعراف:۱۸۸)

اگر میں غیب جانتا تو مجھے کبھی تکلیفیں پریشانیاں نہ آتیں اور مجھے مصائب نہ آتے۔

ہدیہ تبریک

کلمات الشکر و التقدیر- ادارة المشاريع والبرامج الدعوية

دار العلوی للأعمال الخيرية

علوی ٹرسٹ، خوشاب (پاکستان)

کی جانب سے ہمارے سیلاب زدہ علاقے محمود کوٹ ضلع مظفر گڑھ میں متاثرین کے مکانات تعمیر کرنے اور دیگر فلاحی منصوبہ جات مکمل امانت، دیانت اور پورے خلوص کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے پر محترم جناب الشیخ المکرّم سرپرست شاہ محمد علوی حفظہ اللہ تعالیٰ و محترم جناب خالد شاہ محمد حفظہ اللہ تعالیٰ چیئرمین و مدیر فضیلۃ الشیخ قاری حبیب اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کی جھود مبارکہ اور مساعی مثمرہ و مشکورہ کو قبول فرمائے اور منتظمین ادارہ و معاونین و محسنین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

منجاب:

۱: (مولانا) ابو محمد عبدالرحمٰن شاہین (حفظہ اللہ) 0300-6366201

رئیس و شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیۃ، گلستان ٹاؤن نزد کھاد فیکٹری، خانیوال روڈ ملتان

۲: خالد محمود احمد خان (حفظہ اللہ) 0300-7321432

۳: ملک ابراہیم پھوڑ (حفظہ اللہ) محمود کوٹ ضلع مظفر گڑھ

حافظ زبیر علی زئی

فرقہ مسعودیہ اور اہل الحدیث (قسط نمبر ۲)

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من صلّی صلاتنا و استقبل قبلتنا و أكل ذبيحتنا فذاك المسلم الذي له ذمة الله و ذمة رسوله .))

جو کوئی ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہی ''مسلم'' ہے۔ جس کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کا ذمہ ہے۔ (صحیح بخاری:۳۹۱)

بحث کا قطعی فیصلہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فادعوا بدعوى الله الذي سماكم المسلمين المؤمنين عباد الله .))

پس پکارو اس اللہ کی پکار کے ساتھ جس نے تمھارا نام مسلمین، مومنین، عباد اللہ رکھا ہے۔

(مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۴۲، صحیح ابن حبان ۸/۴۳)

اس سند کو ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۰، المستدرک ۱/ ۴۲۱، ۱۱۷، ۲۳۶)

امام ترمذی نے فرمایا: '' هذا حديث حسن صحيح غريب '' (ح ۲۸۶۳)

یحییٰ بن ابی کثیر نے ابو یعلیٰ وغیرہ کی سندوں میں سماع کی بھی تصریح کی ہے۔

فرقہ کی بحث: فرقہ کا اطلاق اہل الحق پر بھی ہوتا ہے اور اہل الباطل پر بھی، مگر مسعود صاحب مطلقاً کہتے ہیں: ''فرقہ بندی شرک ہے۔'' !!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يكون في أمتي فرقتان فيخرج من بينهما مارقة يلي قتلهم أولاهم بالحق .)) میری امت میں دو فرقے ہوں گے پھر اُن میں سے ایک مارقہ (گمراہ فرقہ، خوارج کا گروہ) نکلے گا جس سے وہ (فرقہ) قتال کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۵، دارالسلام: ۲۴۵۹)

اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تفترق أمتي فرقتين فتمرق بينهما مارقة يقتلها أولى الطائفتين بالحق .))

میری امت دو فرقے ہو جائے گی اور ان کے درمیان ایک خارجی جماعت نکلے گی (یعنی مارقہ) اس مارقہ کو (دونوں فرقوں میں سے) جو حق سے زیادہ قریب ہو گا قتل کرے گا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲ ص ۴۹۹ ح ۱۳۴۵، واسنادہ صحیح، واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ۸/ ۲۵۹، واحمد ۳/ ۹۷ ح ۱۱۳۲۶)

یہ دونوں فرقے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرقے (گروہ) تھے اور ان کے درمیان خارجیوں کی جماعت نکلی تھی۔ اس ''جماعت'' کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دونوں جماعتوں کو دو فرقے قرار دیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ مسلمین کی جماعت کو ''فرقہ'' بھی کہا گیا ہے۔ یعنی ناجی فرقہ، اور یہ دونوں فرقے حق پر تھے۔

تلزم جماعت المسلمین وامامھم

فرقہ مسعودیہ کے بانی مسعود صاحب اس حدیث کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرا رہے ہیں، یعنی ''جماعت المسلمین'' سے مراد ان کی نوزائیدہ جماعت اور ''امام'' سے مراد وہ خود ذات شریف ہیں، پھر اس جماعت کو انھوں نے طاغوت کی حکومت سے ایک سے زیادہ بار رجسٹرڈ بھی کرایا ہے۔

جناب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ الدامانوی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''فرقہ جدیدہ'' میں مسعود صاحب کا یہ طلسم توڑ دیا ہے اور دلائل و براہین قاطعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ ''جماعۃ المسلمین'' سے مراد مسلمین کی حکومت و امارت ہے اور ''امام'' سے مراد خلیفہ و سلطان ہے۔ ظاہر ہے کہ مسعود صاحب کا فرقہ نہ تو حکومت و امارت پر مشتمل ہے اور نہ خلیفہ و سلطان پر، لہٰذا وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

مختصراً عرض ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اس ''جماعت'' سے مراد مسعود صاحب کی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ یا تو امارت و حکومت والی سیاسی جماعت ہے یا پھر

صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل الحق (یعنی اہل الحدیث) کی جماعت۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو ''قتال اہل البغی'' میں لائے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۵۶)

جس سے معلوم ہوا کہ بیہقی کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق سیاسی امور سے ہے، ورنہ جماعت کے نہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ جب کہ امت کا ایک طائفہ (یعنی اہل الحق کی جماعت) قیامت تک ہمیشہ بغیر انقطاع باقی رہے گا۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس سے مراد ''امیر'' قرار دیا ہے۔ یعنی حکومت کا امیر۔

((**تلزم جماعة المسلمين و إمامهم .**)) مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام کو لازم پکڑلو، کی تشریح میں عرض ہے کہ جماعت المسلمین سے مراد خلافت المسلمین اور **إمامهم** سے مراد **خلیفتهم** (یعنی خلیفہ) ہے۔ اس تشریح کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱: (سبیع بن خالد) الیشکری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((**فإن لم تجد يومئذ خليفةً فاهرب حتى تموت** ...)) پھر اگر تم ان ایام میں کوئی خلیفہ نہ پاؤ تو بھاگ جاؤ حتیٰ کہ مر جاؤ۔

(سنن ابی داود: ۴۲۴۷، وسندہ حسن، مسند ابی عوانہ ۴/ ۴۲۰ ح ۷۱۶۸ شاملہ)

اس حدیث کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:

(۱) سبیع بن خالد الیشکری رحمہ اللہ

انھیں ابن حبان، امام عجلی، حاکم، ابو عوانہ اور ذہبی نے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا اور اس زبردست توثیق کے بعد انھیں مجہول یا مستور کہنا غلط ہے۔

تنبیہ: اس توثیق کے مقابلے میں سبیع بن خالد رحمہ اللہ پر کوئی قابلِ ذکر جرح موجود نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۴۵۔ ۳۵۰)

(۲) صخر بن بدر العجلی رحمہ اللہ

انھیں ابن حبان اور ابو عوانہ نے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا اور اس توثیق کے بعد شیخ البانی کا انھیں مجہول قرار دینا غلط ہے۔

(۳) ابوالتیاح یزید بن حمید رحمہ اللہ

صحیحین وسنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔

(۴) عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ

صحیحین وسنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔

(۵) مسدد بن مسرہد رحمہ اللہ

صحیح بخاری وغیرہ کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔

ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے اور قتادہ (ثقہ مدلس) کی عن نصر بن عاصم عن سبیع بن خالد والی روایت صخر بن بدر کی حدیث کا شاہد ہے، جو کہ مسعود احمد بی ایس سی کے ''اصولِ حدیث'' کی رُو سے سبیع بن خالد رحمہ اللہ تک صحیح ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۴۲۴۴ وصححہ الحاکم ۴/ ۴۳۲ـ۴۳۳ ووافقہ الذہبی)

اس حسن روایت سے ثابت ہوا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں امام سے مراد خلیفہ ہے اور یادرہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ اس حدیث سے ''جماعت المسلمین'' اور ان کے امام، یعنی خلیفہ کی بحث کا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے۔

فائدہ: امام عجلی ثقہ امام اور معتدل تھے، آپ کو متساہل قرار دینا غلط ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۵۱ـ۳۵۳)

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ''**تلزم جماعة المسلمين و إمامهم**'' کی تشریح میں فرمایا: '' **قال البيضاوي :المعنى إذا لم يكن في الأرض خليفة فعليك بالعزلة و الصبر علٰى تحمل شدة الزمان و عض أصل الشجرة كناية عن مكابدة المشقة .**'' (قاضی) بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر زمین میں خلیفہ نہ ہو تو تم (سب سے) علیحدہ ہوجانا اور زمانے کی سختیوں پر صبر کرنا۔ درخت کی جڑ چبانے کے اشارے سے مراد مصیبتیں برداشت کرنا ہے۔ (فتح الباری ۱۳/ ۳۶ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

حافظ ابن حجر نے محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) سے نقل کیا کہ

''والصواب أن المراد من الخبر لزوم الجماعة الذين في طاعة من اجتمعوا علٰی تأميره فمن نكث بيعته خرج عن الجماعة ، قال: و فی الحديث أنه متی لم يكن للناس إمام فافترق الناس أحزابًا فلا يتبع أحدًا فی الفرقة و يعتزل الجميع إن استطاع ذلك ... '' اور صحیح یہ ہے کہ (اس) حدیث سے مراد اس جماعت کو لازمی پکڑنا ہے جو اس (امام) کی امارت پر جمع ہوتے ہیں، پس جس نے اپنی بیعت توڑ دی وہ جماعت سے خارج ہو گیا۔ فرمایا: اور حدیث میں (یہ بھی) ہے کہ اگر لوگوں کا امام (امیر بالاجماع) نہ ہو اور لوگوں نے پارٹیاں بنا رکھی ہوں تو دورِ اختلاف میں کسی ایک کی اتباع نہ کرے اور اگر طاقت ہو تو تمام (پارٹیوں) سے علیحدہ رہے۔

(فتح الباری ۱۳/ ۳۶ شاملہ)

شارح صحیح البخاری علامہ علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال القرطبی (متوفی ۴۴۹ھ) نے فرمایا:'' و فيه حجة لجماعة الفقهاء في وجوب لزوم جماعة المسلمين و ترك القيام علٰی أئمة الجور '' اور اس (حدیث) میں جماعت فقہاء کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑنا چاہئے اور ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہئے۔ (شرح صحیح بخاری لابن بطال ۱۰/ ۳۳ شاملہ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے ایک ٹکڑے کی تشریح میں فرمایا:

'' وهو كناية عن لزوم جماعة المسلمين و طاعة سلاطينهم ولو عصوا '' اور یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑا جائے اور مسلمانوں کے سلاطین (حکمرانوں) کی اطاعت کی جائے، اگرچہ وہ نافرمانیاں کریں۔ (فتح الباری ۱۳/ ۳۶ شاملہ)

شارحینِ حدیث (ابن جریر طبری، قاضی بیضاوی، ابن بطال اور حافظ ابن حجر) کی ان تشریحات (فہمِ سلف صالحین) سے ثابت ہوا کہ حدیث مذکور (تلزم جماعۃ المسلمین و إمامھم) سے مروجہ جماعتیں اور پارٹیاں (مثلاً مسعود احمد بی ایس سی کی جماعت المسلمین رجسٹرڈ) مراد نہیں بلکہ مسلمین (مسلمانوں) کی متفقہ خلافت اور اجماعی خلیفہ مراد ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''من مات و لیس له إمام مات میتة جاهلیة''
جو شخص فوت ہو جائے اور اس کا امام (خلیفہ) نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

(صحیح ابن حبان ۱۰/۴۳۴ ح ۴۵۷۳ وهو حدیث حسن)

اس حدیث کی تشریح میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا:
کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ (امام اسے کہتے ہیں) جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے (اور) ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے۔
پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔ (سوالات ابن ہانی: ۲۰۱۱، تحقیقی مقالات ۱/۴۰۳)

اس تشریح سے بھی یہی ثابت ہے کہ ''و إمامهم'' سے مراد وہ امام (خلیفہ) ہے، جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہو اور اگر کسی پر پہلے سے ہی اختلاف ہو تو وہ اس حدیث میں مراد نہیں، لہٰذا فرقۂ مسعودیہ (''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'') کا اس حدیث سے اپنی خود ساختہ و نوزائدہ فرقی مراد لینا غلط، باطل اور بہت بڑا افراڈ ہے۔
آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کیا کسی ثقہ وصدوق امام، محدث، شارح یا عالم نے زمانۂ خیر القرون، زمانۂ تدوینِ حدیث اور زمانۂ شارحین حدیث (پہلی صدی سے نویں صدی ہجری تک) میں اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جماعت المسلمین سے خلافت مراد نہیں اور امامهم سے خلیفہ مراد نہیں، بلکہ کاغذی رجسٹرڈ جماعت اور اس کا کاغذی بے اختیار امیر مراد ہے؟ اگر اس کا کوئی ثبوت ہے تو پیش کریں، ورنہ عامۃ المسلمین کو گمراہ نہ کریں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے محترم ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب: ''الفرقة الجدیدة''

(ملنے کا پتا: ڈاکٹر ابو جابر دامانوی حفظہ اللہ بلاک ۳۸ مکان ۶۴۷ کیماڑی۔ کراچی، پوسٹ کوڈ: 75620)

اہل السنۃ پر مسعود صاحب کے چند بچگانہ اعتراضات

مذاہب خمسہ نامی کتابچہ میں ص ۳۲ پر مسعود صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نماز میں ''اللّٰهم إني أعوذبك من عذاب جهنم ...'' کا پڑھنا فرض ہے۔ اور صلوٰۃ الرسول

ص ۲۷۸ سے حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کر کے کہ ''دعائے مذکورہ کا پڑھنا ضروری نہیں'' اہل السنۃ (اہلِ حدیث) کو مطعون کرنے کی مکروہ کوشش کی ہے۔

جواب (۱): محترم حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب رحمہ اللہ کی ہر بات اہلِ حدیث کے لئے حجت نہیں اور نہ کوئی اہلِ حدیث ان کی ہر بات کو حجت سمجھتا ہے، لہٰذا اعتراض سرے سے ہی ختم ہو گیا۔

جواب (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**ثم لیتخیر من الدعاء أعجبه إلیه فیدعوا**)) یعنی پھر آدمی اپنے لئے کوئی دعا پسند کرے اور وہی مانگے۔

(صحیح بخاری: ۸۳۵، صحیح مسلم: ۴۰۲)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو نمازی کو اختیار دیا ہے مگر مسعود صاحب اس اختیار کو سلب کر رہے ہیں۔

جواب (۳): امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے:

'' **باب مایتخیر من الدعاء بعد التشهد و لیس بواجب** '' تشہد کے بعد جو دعا بھی پسند ہو پڑھ سکتا ہے اور دعا کا پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (صحیح بخاری قبل ح ۸۳۵)

اگر مسعود صاحب بالقابہ کوئی فتویٰ لگاتے ہیں تو ان کے فتویٰ کی زد میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی آجاتے ہیں۔ (ہم مسلمین کی تکفیر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں)

جواب (۴): فرض کریں کہ حکیم محمد صادق اور امام بخاری رحمہما اللہ کو غلطی لگی، تو یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ اہل الحدیث کے نزدیک معیارِ حق اور حجت تین ہیں:

(۱) قرآن مجید (۲) صحیح احادیث (۳) اجماعِ امت

تنبیہ: قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجماعِ امت بھی شرعی دلیل اور حجت ہے، نیز اجتہاد کا جواز بھی ثابت ہے اور آثارِ سلف صالحین سے استدلال بہترین اجتہاد ہے۔

اسی طرح مسعود صاحب اور ان کی پارٹی نے رسوائے زمانہ رسالچہ ''المسلم'' نامی (برعکس نام نہند زنگی کا فور) میں اہل الحدیث والآثار (یعنی محدثین اور ان کے ساتھیوں) پر دستور المتقی نامی کتاب سے الزام تراشی کر رکھی ہے۔

حالانکہ اہلِ حدیث کے نزدیک دستور المتقی نہ قرآن ہے اور نہ مجموعہ صحیح احادیث، لہٰذا اس کتاب کا ہر حوالہ اہلِ حدیث کے خلاف حجت نہیں ہے۔ اس میں قرآن مجید کی جو آیات اور جو صحیح احادیث ہیں وہ حجت ہیں۔ اس کے مصنف کی ذاتی آراء کسی اہلِ حدیث کے نزدیک بھی حجت نہیں، لہٰذا اہلِ حدیث کیوں مطعون کیا جا رہا ہے؟

مسعود صاحب کی ان طفلانہ حرکتوں سے کسے فائدہ پہنچے گا؟ کیا وہ محدثین کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کر رہے ہیں؟

مثلاً: اہل الحدیث کا نام ان کے نزدیک بدعت ہوا، لہٰذا ان کے اصول پر امام بخاری وغیرہ بدعتی ٹھہرے کیونکہ انھوں نے یہ نام استعمال کیا۔ **معاذ اللہ**

یہ بدعت کی تان، کہاں جا ٹوٹتی ہے۔؟!

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبے کے دوران فرمایا: میرے رب نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ سکھا دوں جس سے تم ناواقف ہو (وہ فرماتا ہے:) میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء (حنیف کی جمع) پیدا کیا ہے۔ مگر شیاطین ان کے پاس آ کر انہیں بہکاتے ہیں اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی ہیں، انھیں ان کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۵، دار السلام: ۷۲۰۷)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان بہکانے والے شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اہل الحدیث (یعنی محدثین) کو اس دنیا میں سیاسی غلبہ دے کر ان کی جماعت المسلمین اور ان کا امام یعنی خلیفہ قائم کر دے۔ آمین

تنبیہ: یہ مضمون پہلے ''الفرقۃ الجدیدۃ'' کے شروع میں شائع ہوا تھا اور اب اصلاح، ترمیم وفوائد زائدہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ والحمد للہ (۶/ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

ترمیم ونظرِ ثانی: ابومعاذ الافغانی

تحریر: حافظ عمار امین بن محمد امین

عصر کی نماز کا اول وقت احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کے لئے نماز کو فرض قرار دیا ہے اور نماز ایسی عبادت ہے جس میں رخصت اللہ تعالیٰ نے کسی حالت میں بھی نہیں دی اور نماز بھی اس وقت ہوتی ہے جب نماز کا وقت ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾

بے شک نماز مومنوں پر وقت پر ہی مقرر کی گئی ہے۔ (النساء:۱۰۳)

احادیث میں نماز کے اول اور آخری وقت کی نشاندہی ملتی ہے اور افضل وقت بھی اول وقت ہی ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کا جب وقت ہو جائے تو اس وقت نماز ادا کرنا ہی سب سے افضل عمل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بیت اللہ میں جبرائیل علیہ السلام نے میری دو مرتبہ امامت کروائی (اوقاتِ نماز کے متعلق رہنمائی کرنے کے لئے) پس مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب سورج ایک تسمے کے برابر ڈھل گیا اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ پھر مغرب کی نماز پڑھائی جب روزے دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب شفق غروب ہو گیا اور فجر کی نماز پڑھائی جس وقت روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ جب اگلا دن ہوا تو مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو گیا اور مغرب کی نماز اسی وقت پڑھائی جس وقت پہلے دن پڑھائی تھی اور عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب رات کا تہائی حصہ گزر چکا تھا اور میری طرف رُخ کر کے کہا: اے محمد (ﷺ) یہ وقت آپ سے پہلے نبیوں کا ہے اور نماز ان دونوں اوقات کے درمیان ہی ادا ہو سکتی ہے۔

(سنن ابی داود:۳۹۳، سنن نسائی:۵۰۳۔۵۰۵)

محترم بھائیو! ہر عقلمند انسان یہ بات اس حدیث سے بڑے اطمینان کے ساتھ خود پڑھ کے بھی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں اول وقت وہ ہے جو وقت پہلے دن کا تھا اور آخری وقت وہ ہے جس وقت دوسرے دن جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی امامت فرمائی۔

جبرئیل علیہ السلام نے یہ بات بھی واضح کردی کہ اگر کوئی شخص وقت پر ادا نماز کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ان دو وقتوں کے درمیان نماز پڑھ لے، لیکن نبی ﷺ کی حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی ﷺ نے اول وقت میں خود بھی نماز ادا کی اور اول وقت ادا کرنے کی ہی ترغیب دلائی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات علم میں آتی ہے کہ نبی ﷺ نے بغیر عذر لوگوں کو سمجھانے کے لئے اور خود جبرائیل علیہ السلام سے اوقات سمجھنے کے لئے پوری زندگی صرف دو مرتبہ ہی نماز کو مؤخر کر کے پڑھا ہے:

۱: جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو نماز کے اوقات بتاتے ہوئے دوسرے دن آخری وقت میں نماز پڑھائی۔

۲: جب نبی ﷺ نے خود ایک صحابی کو نماز کے اوقات سمجھاتے ہوئے دوسرے دن آخری وقت میں نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۶۱۳، سنن نسائی: ۵۰۵، ۵۲۰)

حدیث سے اول اور آخری وقت کا پتا چلنے کے بعد اب ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز کا اول وقت کون سا بتایا ہے اور آخری وقت کون سا ہے؟

ہم اہلِ حدیث کا یہ امتیاز ہے کہ ہر نیک عمل نبی ﷺ کی سنت اور آپ کے طریقے کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ (نیز اجماعِ امت اور آثارِ سلف صالحین کو بھی مدِ نظر رکھا جاتا ہے اور ادلۂ شریعہ کی پیروی کی جاتی ہے۔)

ایک معترض نے کہا: اہلِ حدیث کے پیچھے عصر کی نماز نہ پڑھ کیونکہ عصر کی نماز کا یہ وقت نہیں ہوتا، جبکہ ان کی اپنی فقہ کی کتاب ہدایہ (ص ۸۷) میں لکھا ہوا ہے کہ عصر کی نماز کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب ظہر کی نماز کا آخری وقت ہوتا ہے اور آپ نے حدیثِ جبرائیل (علیہ السلام) سے یہ بات پڑھ لی ہے کہ ظہر کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے، جب ہر چیز

کا سایہ اس کی مثل ہوتا ہے۔ بعض لوگ اتنی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ اپنی کتاب میں لکھے ہونے کے باوجود نمازِ عصر اس وقت ادا کرتے ہیں جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہوتا ہے اور ہم نے حدیث میں یہ پڑھ لیا کہ یہ وقت تو عصر کی نماز کا آخری وقت ہے۔ یہ لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ (ان کے گمان وخیال میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہہ دیا: عصر کی نماز کا وقت تب ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو، حالانکہ امام صاحب کی یہ بات (اگر ثابت ہو جائے تو) حدیث کے بالکل مخالف ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ استاد بھی کیسے ہیں کہ ان کے اولین شاگرد قاضی ابو یوسف اور محمد (بن الحسن بن فرقد الشیبانی) دونوں نے اپنے استاد کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے جیسا کہ ہدایہ (ص ۷۷) میں یہ بات بھی موجود ہے۔ اس بات سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ گویا قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد دونوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد نہیں تھے۔ احناف، نیز دیو بندیہ و بریلویہ تینوں کو اس بات میں غور کرنا چاہئے۔ اس سے واضح ہوا کہ اول وقت میں ہی عصر کی نماز پڑھنی چاہئے۔

آپ ان آلِ تقلید کی اندھی تقلید کا مشاہدہ کریں کہ ہر عمل میں نبی ﷺ کی مخالفت اور (اپنے وہم وگمان میں) امام ابوحنیفہ کی اطاعت۔ یہ لوگ امام ابوحنیفہ کا کلمہ کیوں نہیں پڑھ لیتے۔ جو نمازیں نبی ﷺ نے اول وقت میں ادا کی ہیں مثلاً فجر، ظہر، عصر۔ آلِ تقلید ان کو اول وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور جو نماز نبی ﷺ نے ساری زندگی اکثر لیٹ کر کے پڑھی یعنی عشاء یہ لوگ اس نماز کو سب سے پہلے پڑھتے ہیں۔ بھائیو! یہ نبی ﷺ سے محبت کا کس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ ہم عصر کی نماز اول وقت میں کیوں ادا کرتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ہمیں اول وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی ﷺ نے بغیر عذر کے زندگی میں صرف دو مرتبہ ہی عصر کی نماز کو مؤخر کیا ہے، جیسا کہ آپ نے گذشتہ صفحے پر پڑھ لیا ہے اور صحابہ کا بھی یہی عمل تھا۔

علاء بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ہم کچھ افراد (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب ہم نے ظہر کی نماز ادا کی، لیکن جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ہم

سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی؟ ہم نے کہا: ہم تو ابھی ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آئے ہیں تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، جو عصر کی نماز پڑھ کے فارغ ہو چکے تھے فرمایا: جاؤ عصر کی نماز ادا کرو۔ جب ہم نے نماز پڑھ لی تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص عصر کی نماز کا وقت ہونے کے باوجود عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھتا ہے تو یہ منافق کی نماز ہے جو پہلے غروب شمس کا انتظار کرتا ہے حالانکہ نماز کا وقت ہو چکا ہے پھر چار ٹھونگے لگا کر چلا جاتا ہے اور اللہ کا ذکر نہیں کرتا۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲، سنن نسائی: ۵۱۲)

اور صحیح بخاری میں آتا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نماز اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۸)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز کو اول وقت سے مؤخر کر کے پڑھتا ہے تو ایسا شخص منافق ہے اور آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اول اور آخری وقت کے متعلق فرامین پڑھنے کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب وہ قول اپنے لئے حجت سمجھے، جس قول کی ان کے شاگردِ خاص قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد نے مخالفت کی ہے (اور اس قول کے ثبوت میں بھی نظر ہے) اور احادیث کے ملنے کے باوجود ہر عمل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے یہ شخص اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ کیسے اور کس وجہ سے کہتا ہے؟!

محترم قارئین! میں نے آپ کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عمل اور صحابہ کے عمل سے یہ بات واضح طور پر بیان کر دی ہے کہ عصر کی نماز اول وقت میں ہی ادا کرنی چاہئے۔ اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی نماز کو مؤخر کرنے والے کی وعید سے بچنا چاہتا ہے اور اس نماز کی فضیلت اور اس کے اجر کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے علمائے دیوبند و علمائے بریلی کی اندھی تقلید کو چھوڑنا پڑے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق صرف عصر کی نماز ہی نہیں بلکہ نماز کو اس کے وقت پر ہی ادا کرنا پڑے گا۔

یہ بات بھی زیرِ غور ہے کہ اگر آپ نماز کو اول وقت میں ادا کرتے ہیں اور نماز نبی ﷺ کا وہ طریقہ جس پر الحمدللہ اہلِ حدیث کاربند ہیں، اس کو عمل میں نہیں لاتے تو انسان کو نماز پڑھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے ہر عمل کی بہتری کے لئے اور اس کا اجر حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ کا طریقہ اپنانا انتہائی ضروری ہے۔

ان شاء اللہ جس طرح کوئی حنفی میری گذشتہ تحریر ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں ادا کرنے کے متعلق'' کا جواب نہیں دے سکا اور اپنا عمل قرآن و احادیث سے ثابت نہیں کر سکا اسی طرح اس مسئلہ کو بھی غیر اہلِ حدیث احادیث سے ثابت نہیں کر سکتا، کیونکہ الحمدللہ ہمارا ہر عمل نبی ﷺ کے طریقے (اور حدیث) کے مطابق ہے۔ وللہ الحمد

والدین کی اجازت سے جہاد کرے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: ((أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟)) قَالَ: نَعَمْ! . قَالَ: ((فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ))

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں جانے کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا: ''تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''ان دونوں میں جہاد کر۔'' (یعنی ان کی خدمت کر) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اپنے ماں باپ کے پاس جا اور ان کی اچھی طرح خدمت کر۔'' (سنن الترمذی: ۱۶۷۹، وسندہ صحیح)

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری (ج ۲ ص ۸۸۳) میں پہلے یہ باب قائم کیا ہے: ''بَابٌ لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْوَالِدَيْنِ'' کہ آدمی نہ جہاد کرے مگر والدین کی اجازت سے۔ پھر یہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ والی حدیث ذکر کی ہے یعنی امام بخاری اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کر رہے ہیں کہ آدمی والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے۔ (والدین اور اولاد کے حقوق ص ۲۴ بتصرف یسیر، از مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی)

متکبر اور اس کا انجام قرآن وحدیث کی روشنی میں

حافظ محمد مزمل (اوکاڑہ)

اکڑے ہوئے سر سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے — ادب سے جھکا ہوا سر ہی باوقار ہوتا ہے
کسی پھلدار پیڑ کا نظارہ بھی تُو کر لینا — جھکا ہوتا ہے وہی شجر جو پھلدار ہوتا ہے

محترم قارئین کرام! ہم اس مضمون میں تکبر وغرور کے حوالے سے تین باتیں ذکر کریں گے: ۱۔ تکبر کسے کہتے ہیں؟ ۲۔ کون سے کام تکبر میں شامل ہیں؟
۳۔ تکبر کرنے والے کی سزا کیا ہے؟

(۱) تکبر کی تعریف: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ .**)) حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۱، دارالسلام: ۲۶۵)

(۲) وہ افعال جو تکبر میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی سزائیں:

درج بالا حدیث سے پتہ چلا کہ حق بات کو ٹھکرانا تکبر ہے اور قرآن و حدیث کی ہر بات حق ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے جن افعال کے کرنے کا حکم دیا، آدمی اُن کو نہیں کرتا۔ یا اسلام نے جن کاموں سے منع کیا ہے، آدمی ان سے باز نہیں آتا تو گویا وہ حق کو ٹھکرا رہا ہے اور تکبر کر رہا ہے۔

اسی طرح اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا، یہ بھی تکبر ہے۔ ذیل میں چند کبر والے اعمال اور ان کی سزائیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: نماز نہ پڑھنا: جو آدمی نماز نہیں پڑھتا وہ متکبر ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ بے نمازی جہنمی ہے، جیسا کہ ﴿ **فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَ لُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝** ﴾ جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تمھیں کون سی چیز جہنم کی وادیِ سقر میں لے گئی ہے؟ تو وہ جواب دیں گے، ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(المدثر: ۴۰۔۴۳)

۲: زکوٰۃ نہ دینا: جس آدمی کے پاس اتنا مال ہو کہ نصابِ زکوٰۃ کو پہنچ جائے، مثلاً: ساڑھے سات تولے سونا، ساڑھے باون تولے چاندی، تیس (۳۰) یا تیس سے زائد گائیں ہوں، چالیس یا چالیس سے زائد بکریاں ہوں، پانچ یا پانچ سے زائد اونٹ ہوں اور ان پر سال گزر جائے، لیکن اس کے باوجود وہ زکوٰۃ نہیں دیتا تو وہ متکبر آدمی ہے، کیونکہ وہ حق کو ٹھکرا رہا ہے۔

جو آدمی سونے چاندی کی زکوٰۃ نہیں نکالتا، اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے، قیامت کے دن اس خزانے کو دوزخ کی آگ پر تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ (التوبۃ: ۳۴، ۳۵)

اسی طرح جو لوگ جانوروں کی سالانہ زکوٰۃ نہیں نکالتے، اُن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہی جانور جن کی زکوٰۃ نہیں دی گئی، قیامت کے دن اپنے مالکوں کو نوکدار سینگوں سے مار رہے ہوں گے۔ جس سے لوگ ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ۹۹۰)

اسی طرح زمیندار حضرات جو فصل سے عشر نہیں نکالتے، مثلاً: بارانی زمین سے آنے والی فصل سے دسواں حصہ اور وہ زمین جس پر پانی کا خرچہ ہو تو اس میں بیسواں حصہ۔ تو ایسے حضرات بھی تکبر کا شکار ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہ مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا اور آدمی کے پیچھے دوڑے گا، آدمی اس کے آگے بھاگے گا، آخر کار وہ آدمی اپنا ہاتھ اس سانپ کے منہ میں دے گا اور وہ سانپ اس کے ہاتھ کو اس طرح چبائے گا جس طرح اونٹ چباتا ہے اور کہا جائے گا: یہی

ہے وہ تیرا مال جس کی تو زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔'' (صحیح مسلم:۹۸۸)

۳: چادر یا شلوار ٹخنوں سے نیچی رکھنا: جو مرد اپنی چادر یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے وہ متکبر ہے۔ایسے متکبر کا انجام درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ .))قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مِرَارًا، قَالَ أَبُوْذَرٍّ: خَابُوْا وَ خَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ؟ قَالَ: ((اَلْمُسْبِلُ ، وَ الْمَنَّانُ، وَ الْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ .))

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ ایسے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام کریں گے، نہ ان کی طرف دیکھیں گے، نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کلمات تین دفعہ دہرائے۔ میں (ابوذر غفاری) نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ تباہ و برباد ہوگئے، یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک کپڑا لٹکانے والا (یعنی ٹخنوں سے نیچے) دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم اٹھا کر سامان فروخت کرنے والا۔ (صحیح مسلم:۱۰۶)

تنبیہ: بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جو آدمی بغیر تکبر کے ٹخنوں سے شلوار نیچے رکھتا ہے اس کے لئے کوئی وعید نہیں بلکہ اس کے لئے جائز ہے۔ایسے لوگوں کی خدمت میں نہایت ہی ادب سے گزارش ہے کہ کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے ہونا ہی تکبر ہے۔

۴: زمین پر اکڑ کر چلنا: زمین پر اکڑ کر چلنا یہ بھی تکبر ہے کیونکہ اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے: ﴿**وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا**﴾ اور زمین میں اکڑ کر نہ چل نہ تو تُو زمین پر پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی بلندیوں کو پہنچ سکتا ہے۔ (بنی اسرائیل:۳۷)

۵: دوسروں کو حقیر جاننا: آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے، کسی سے

بات کرتے وقت تکبر سے منہ موڑ لے یا کوئی آدمی کلام کرے تو اسے کلام کرنا ناپسند کرے، یہ سارے رویے متکبرین کے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے:

﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ○ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا (یعنی کسی سے بات کرتے وقت تکبر سے منہ نہ موڑ) اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خور کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اپنی رفتار میں معیانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھے کی آواز ہے۔ (لقمان:۱۸۔۱۹)

(۳) متکبرین کا عبرت ناک انجام:

ا: سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کر تو اس نے انکار کیا۔ جب اللہ نے انکار کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا: ﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ میں ان سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (الاعراف:۱۲)

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ﴾ تو آسمان سے اُتر، تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو آسمان میں رہ کر تکبر کرے سو دفعہ ہو جا۔ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ (الاعراف:۱۳)

۲: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص دو چادریں پہنے اکڑ کر چل رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔

(صحیح مسلم:۲۰۸۸ و أخرجہ البخاری:۵۷۸۹)

۳: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم:۹۱)

۴: نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کے مانند انسانوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ ان پر ہر طرف سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ جہنم میں وہ ایک جیل کی طرف ہانکے جائیں گے جس کا نام بولس ہوگا۔ بدترین آگ ان کو گھیر لے گی اور انہیں جہنمیوں کے جسموں سے رسنے والا خون اور پیپ پینے کے لئے دیا جائے گا۔ جسے "**طينة الخبال**" کہا جاتا ہے۔ (جامع الترمذی: ۲۴۹۲، وھو حدیث حسن)

۵: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اعلان کرے گا: ((**أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ، أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ**)) میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں سرکشی کرنے والے، کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟! (صحیح مسلم: ۲۷۸۸)

دوسری حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں: ((**أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ**)) میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ (آج) کہاں ہیں۔ (صحیح بخاری: ۴۸۱۲)

۶: کبھی کبھی اللہ تعالیٰ متکبر کو دنیا میں ہی سزا دیتا ہے۔ جیسا کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا: مجھ سے نہیں کھایا جاتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کرے تو یہ ہاتھ نہ اٹھا سکے۔ اس کا وہ بازو شل ہو گیا، دوبارہ کبھی منہ کی طرف نہ اٹھ سکا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۱)

لمحۂ فکریہ: محترم قارئینِ کرام ہمارے ہر عمل کے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے، تکبر سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ہماری رہنمائی اپنے عمل سے کچھ اس طرح فرمائی: ((**إني لا آكل متكئا.**)) میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (صحیح بخاری: ۵۳۹۸)

کیونکہ ٹیک لگا کر کھانے سے آدمی کا انداز کچھ بدل جاتا ہے۔ اب حدیث کو سامنے رکھ کر ہر انسان اپنے عمل کا جائزہ لے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر و غرور سے بچائے اور اپنے سامنے عاجزی و انکساری کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

ابطالِ باطل حافظ زبیر علی زئی

ابڑو دیوبندی کی ''تحقیقِ حق'' کی دس باطل و مردود روایتیں

گھمن پارٹی کے ابڑو نامی ایک دیوبندی نے ایک کتاب ''تحقیقِ حق تحقیق سے تقلید تک...!؟'' لکھی ہے، جس میں ابڑو صاحب نے اہلِ حدیث (محدثین کرام اور متبعینِ حدیث) کے مقابلے میں دیوبندی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے پانچ قسم کے ''دلائل'' پیش کئے ہیں:

۱: اکاذیب وافتراءات

۲: ضعیف ومردود روایات

۳: غیر متعلقہ دلائل

۴: منطقی مغالطے

۵: فلسفیانہ دھوکے

ابڑوی اکاذیب ومردود روایات کے دس نمونے مع ردپیشِ خدمت ہیں:

۱) ابڑو صاحب نے نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل کے طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت (بحوالہ سنن ابی داود، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد) پیش کی ہے:

''چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔''

(تحقیقِ حق ص ۷۱)

اس کے بعد ابڑو صاحب نے لکھا ہے: ''سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں...'' (ایضاً ص ۷۱)

عرض ہے کہ تینوں مذکورہ کتابوں میں اس روایت کی سند میں ابو شیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی راوی ہے، جسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف ومجروح قرار دیا ہے، نیز

سنن ابی داود کے مذکور مقام پر لکھا ہوا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسے ضعیف کہتے تھے۔

(ح ۷۵۸)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''وھو ضعیف''

(بذل المجھود ۴/۴۸۱)

اس راوی کے بارے میں محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

''اگرچہ اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحاق پر ہے جو ضعیف ہے...''

(درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

اس روایت اور راوی کے بارے میں سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس کے ایک راوی ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی متروک ہیں اور...''

(ادلۂ کاملہ کی شرح تسہیل ادلہ ص ۵۵)

ایسے ضعیف و متروک راوی کی روایت پیش کر کے ابڑو صاحب نے تحقیقِ حق نہیں بلکہ ترویجِ باطل کی ہے، نیز ان کا یہ کہنا کہ ''سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں'' بھی آلِ دیوبند کے لئے ''پھکی'' ہے، کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو سنت قرار دیا ہے۔ (ح ۱۳۳۵)

کیا گھمن صاحب اور آلِ دیوبند اپنے اس اصول پر سورۃ الفاتحہ فی الجنازہ کو دائمی عمل تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

۲) ابڑو صاحب نے لکھا ہے: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین باتیں سب نبیوں کے اخلاق میں سے ہیں جلد افطار کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر زیرِ ناف رکھنا۔ (۲/۳۲ بحوالہ ابن حزم ۴/۱۱۳)'' (تحقیقِ حق ص ۱۷)

عرض ہے کہ الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی اور المحلی لابن حزم میں یہ روایت بے سند ہے اور الخلافیات للبیہقی میں اس کی سند مذکور ہے، لیکن اس میں سعید بن زربی راوی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ (مثلاً دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۱۳۶ ت ۳۱۷۷)

۳) ابڑو صاحب نے مزید لکھا ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔''

(الجوہر بحوالہ ابن حزم، بحوالہ مجموعہ رسائل ج ۱،۲ ص ۳۰۳)'' (تحقیقِ حق ص ۷۲)

عرض ہے کہ اس کی سند میں بھی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی الکوفی راوی ہے جو کہ ضعیف و متروک تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۱)

۴) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

''ابن حزم نے حضرت عائشہؓ سے تعلیقاً اور مسند الامام زید میں سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ تین باتیں تمام انبیاء کرام کے اخلاق سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔'' (تحقیقِ حق ص ۷۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب یہ روایت (ناف کے نیچے رکھنا کی صراحت کے ساتھ) بے سند ہے، لہٰذا ثابت نہیں بلکہ مردود ہے۔

۵) ابڑو صاحب نے زیدی شیعوں کی کتاب ''مسند الامام زید'' کا حوالہ پیش کیا ہے۔

(تحقیقِ حق ص ۷۲، فقرہ سابقہ: ۴)

عرض ہے کہ مسند زید کا بنیادی راوی ابو ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: متروك

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کذاب (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۶/ ۲۳۰)

کذاب راویوں کی روایت پر ''تحقیقِ حق'' نہیں بلکہ ترویجِ باطل ہوتی ہے۔

۶) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

''امام ترمذیؒ اور امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں بلکہ اس سلسلہ میں دو ہی مذہب ہیں۔

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا...'' (تحقیقِ حق ص ۷۰)

اس عبارت میں ابڑو صاحب نے دو جھوٹ، ایک مغالطہ اور ایک خلافِ حقیقت بات لکھی ہے:

۱: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں۔

۲: متاخرین میں سے علامہ نووی شافعی نے یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں۔

۳: فوق السرۃ کا اردو ترجمہ صرف ''ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا'' نہیں بلکہ ''ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا'' بھی ہے اور سینہ ناف سے اوپر ہی ہوتا ہے، لہٰذا قولِ مذکور میں سینے کے اوپر یا اس سے نیچے والے حصے پر ہاتھ باندھنا مراد ہے جو کہ ناف سے اوپر ہوتا ہے۔

۴: یہ کہنا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی امام کا مسلک نہیں، دو وجہ سے باطل ہے:

اول: ہدایہ وغیرہ حنفی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے اور عبدالشکور لکھنوی تقلیدی نے لکھا ہے:

''اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے۔'' (علم الفقہ کا حاشیہ ص۲۱۰ طبع اپریل ۲۰۰۳ء)

دوم: امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''**باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوۃ من السنۃ**'' نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا سنت میں سے ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۳۰، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۴۶ قبل ح ۲۳۳۵)

۷) ابڑو صاحب نے رفع یدین کے خلاف اپنی دلیل کے طور پر لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو یہ حضرات شروع نماز کے بعد کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔'' (دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵، ابو یعلیٰ ج ۸ ص ۴۵۳)''

(تحقیق حق ص ۱۷۸)

اس روایت کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے اور خود سنن دارقطنی کے اسی مذکورہ صفحے پر اسے ضعیف لکھا ہوا ہے۔

اس راوی پر آلِ دیوبند کی شدید جرحوں کے لئے دیکھئے عبدالقدوس قارن کی کتاب: ''ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع'' (ص ۲۸۱) سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن (ص ۱۷۳) زیلعی حنفی کی نصب الرایہ (۱/۶۱) اور خلیل احمد سہارنپوری کی بذل المجہود (۱/۱۱۱)

جروحِ محدثین کی تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۱۔۱۵۳)

۸) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

''حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پہلی تکبیر کے بعد ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔'' (العلل دارقطنی ج ۴ ص ۲۶)

(نوٹ اس روایت میں عبدالرحیم ثقہ راوی ہے)'' (تحقیقِ حق ص ۱۷۸)

ثقہ والی بات تو بعد کی ہے، پہلے تو عبدالرحیم بن سلیمان المروزی (متوفی ۱۸۷ھ) تک امام دارقطنی کی سند پیش کریں۔

امام دارقطنی کی پیدائش ۳۰۶ھ ہے، یعنی آپ عبدالرحیم مذکور کی وفات کے ۱۱۹ سال بعد پیدا ہوئے تھے اور کتاب العلل للدارقطنی میں یہ روایت بغیر کسی متصل سند کے مذکور ہے، لہٰذا بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

گھمن صاحب اور آلِ دیوبند کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ پورا زور لگا کر اس بے سند روایت کی سند کہیں سے تلاش کر کے پیش کر دیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں۔

۹) ابڑو صاحب نے ترکِ رفع یدین ثابت کرنے کے لئے بحوالہ نصب الرایہ لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے پھر ساری نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔...'' (بیہقی فی الخلافیات زیلعی ج ۱ ص ۴۰۴)'' (تحقیقِ حق ص ۱۷۹)

نصب الرایہ کے اسی صفحے پر اس روایت کے راوی امام بیہقی نے لکھا ہے:

"قال الحاکم :هذا باطل موضوع ولا یجوز أن یذکر إلا علی سبیل القدح ..." حاکم نے فرمایا: یہ باطل موضوع ہے اور جرح کے بغیر اس کا ذکر کرنا جائز نہیں۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

دوسرے یہ کہ اس روایت کی مکمل متصل سند بھی موجود نہیں، لہٰذا یہ منقطع مردود ہے۔

۱۰) ابڑو صاحب نے مردوں عورتوں کے طریقۂ نماز میں اختلاف ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے: "...حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملالے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔" (بیہقی ج ۲، ص ۲۲۳)"

(تحقیق حق ص ۱۹۱۔۱۹۲)

اس روایت کا ایک راوی ابو مطیع البلخی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔ دوسرے راوی (محمد بن القاسم البلخی) کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

اس کا ذکر کیا جانا حلال نہیں۔

تیسرے راوی عبید بن محمد السرخسی کی توثیق نامعلوم ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۴ ص ۵۰۹۔۵۱۰)

ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی مردود ہے۔

ابڑو کی دیگ سے یہ دس حوالے بطورِ نمونہ اور مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں، تاکہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ابڑو دیوبندی اور ان جیسے دیگر آلِ دیوبند اپنی کتابوں کے ذریعے سے عوام کو کتنے دھوکے دیتے ہیں اور یہ کہ ایسے دھوکا بازوں سے بچنا ضروری ہے۔ و ما علینا إلا البلاغ (۲۶/ جنوری ۲۰۱۲ء)

[مرکز الامام البخاری اہلِ حدیث، مقام حیات، سرگودھا]

حافظ زبیر علی زئی

صلوٰۃ الرسول پر دیوبندی نظر کا جواب

ہندوستان پر انگریزی قبضے کے دور: ۱۸۶۷ء میں پیدا ہو جانے والا دیوبندی فرقہ وہ بدنصیب فرقہ ہے جس کے بانی: محمد قاسم نانوتوی ''صاحب'' نے اعتراف کیا تھا کہ ''میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا'' (ارواح ثلاثہ ص ۳۹۰ حکایت نمبر ۳۹۱، معارف الاکابر ص ۲۶۰)

یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ نانوتوی صاحب نے یہ صریح جھوٹ اسی روز بولا تھا، یا اس سے پہلے بھی بہت سے جھوٹ بول رکھے تھے۔ واللہ اعلم

اس نومولود دیوبندی فرقے کے دوسرے رکن رکین: رشید احمد گنگوہی ''صاحب'' نے علی الاعلان لکھا: ''جھوٹا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں'' (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

اس ہندوستانی فرقے کے تیسرے رکن: محمد اشرف علی تھانوی ''صاحب'' نے کہا:

''اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ھُد ھُد کے''

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ج ا ص ۲۶۶ ملفوظ نمبر ۴۰۰)

اور بغیر کسی لگی لپٹی کے مزید کہا: ''اور اگر مجھ پر اطمینان ہو تو میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جولاہا نہیں ہوں۔ رہا جاہل ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ اَجہل ہوں'' (اشرف السوانح ج ا ص ۱۲۰ وفی نسخہ ص ۶۹)

محمد زکریا تبلیغی دیوبندی نے لکھا ہے: ''یہ اللہ کا محض لطف و کرم ہے کہ ان ساری برکات میں اس **ناپاک کی گندگی** حائل نہ ہوئی'' (تبلیغی نصاب ص ۶۸۲، فضائل درود ص ۴)

نانوتوی صاحب نے بغیر کسی جھجک کے صاف کہا:

''میں بے حیا ہوں اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں'' (قصص الاکابر لقصص الاصاغر ص ۱۵۶، حوالہ نمبر ۲۹)

ان بقلم خود: جھوٹوں، بے وقوفوں، جاہلوں، ناپاکوں اور بے حیاؤں کے نقشِ قدم پر

چلتے ہوئے پرائمری ماسٹر محمد امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی نے ''صلاۃ الرسول'' کا ''جواب'' دیوبندی رسالہ ''الخیر'' ملتان ۱۴۲۰ھ میں لکھا ہے۔

راقم الحروف نے ''صلوٰۃ الرسول'' کی تخریج کے مقدمہ میں لکھا تھا:

''ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب کی کتابوں میں موضوع بلکہ بے اصل روایات موجود ہیں مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل جلد دوم (ص ۱۶۹)

حدیث: ''لا جمعه الا بخطبه''

والمتهم بوضعه الاوكاروى'' (ص ۱۹)

یعنی یہ حدیث کہ ''لا جمعه الا بخطبه'' امین اوکاڑوی نے گھڑی ہے۔

اس اعتراض کا اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپنے اسلاف کی طرح اوکاڑوی صاحب بھی کذاب اور ساقط العدالت ہے۔

اس تمہید کے بعد اوکاڑوی اعتراضات پر دندان شکن تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

۱: امام ابوحنیفہ کو قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد کے مقابلے میں ''امام اعظم'' کہنا ضروری نہیں، لہٰذا اگر ناشر نے بعض مقامات پر ''اعظم'' کا لفظ کاٹ دیا ہے تو اس میں غصہ ہونے کی کیا بات ہے۔

یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ بذاتِ خود ''غیر مقلد'' تھے۔ دیکھئے حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار (ج ۱ ص ۵۱) معین الفقہ (ص ۸۸) اور مجالس حکیم الامت (ص ۳۴۵)

اگر ایک ''غیر مقلد'' نے ایک ''غیر مقلد'' کے سلسلے میں عوامی غلط فہمی کی اصلاح کر دی تو اس معاملہ میں غیر حنفی اور گاندھوی دیوبندیوں کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟

۲: بعض جگہ، کسی قرینہ کی وجہ سے ایک لفظ محذوف ہو جاتا ہے مثلاً:

﴿واسئل القرية التى كنا فيها﴾ اور جس (گاؤں) میں ہم تھے اس گاؤں سے پوچھو۔ یعنی اہل القریہ سے پوچھو۔

بعینہ مسند امام ابی حنیفہ (جو کہ مکذوب طور پر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے) سے

یہاں مراد حاشیہ ہے۔

محمود حسن دیوبندی نے ''الزائد فی کتاب اللّٰہ'' بنتے ہوئے قرآن مجید کی آیتِ کریمہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ (دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۹۷۔۹۸ مطبوعہ دیوبند)

اس پر اوکاڑوی صاحب کو کوئی اعتراض نہیں لیکن انھیں صرف حکیم صاحب اور جماعتِ اہلِ حدیث پر ''غصہ شریف'' ہے۔

اگر دیوبندی علماء (یعنی جہلاء) سے کوئی شخص اُن کے اکابر کی کسی غلط، باطل اور توہین آمیز عبارت پر فتویٰ پوچھ لے، بشرطیکہ انھیں اس عبارت کا پہلے سے علم نہ ہو اور استفتاء میں اس کتاب وصاحبِ کتاب کا ذکر نہ ہو تو جھٹ اپنے اکابر پر فتویٰ لگا دیں گے۔ ان شاء اللہ یہ عملاً ہوا بھی ہے جس کا ہمارے پاس ثبوت ہے اور آئندہ کے لئے بھی تجربہ شرط ہے۔

۳: فتاویٰ قاضی خان، وغیرہ کے حوالے ان لوگوں پر بطورِ الزام واتمامِ حجت پیش کئے جاتے ہیں جو ان کتابوں کو وحی الٰہی یا حجت کا درجہ دیتے ہیں۔

۴: یہ عام لوگوں کو معلوم ہے کہ کتابت اور کمپوزنگ میں کئی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔

مثلاً راقم الحروف نے سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۷ وغیرہ کے حوالے سے مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھا تھا کہ ''اس مدرسہ کے قیام میں ہندوؤں نے بھی خوب چندہ دیا۔ چندہ دینے والوں کی فہرست منشی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال، وغیرہ کے نام ملتے ہیں'' (تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۴۸)

میں جب حج کے لئے جزیرۃ العرب میں تھا تو یہ کتاب شائع ہوئی۔ کمپوزر کی غلطی سے ''ہندوؤں'' کے بجائے ''بندوں'' کا لفظ چھپ گیا۔ کیا یہ میری غلطی ہے؟

پنڈت سری رام کے چندہ خور مدرسے کے غالی حامی اوکاڑوی صاحب نے کتابت کی غلطیوں کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حکیم صاحب نے ''جندب کسری'' لکھا تھا۔

۵: تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' زکریا صاحب نے ''فضائل نماز'' میں ص ۳۳۶ تا ص ۳۳۸ ''حدیث کی کتابوں'' سے نماز کے چالیس (۴۰) فضائل لکھے ہیں۔ حکیم صاحب

نے زکریا صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فضائل ''صلوٰۃ الرسول'' میں نقل کر دیئے ہیں۔ فضائل والی ان ''احادیث'' پر اوکاڑوی صاحب بہت چیں بہ جبیں ہیں، مگر انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کا یہ حملہ بالواسطہ طور پر اپنے ''شیخ الحدیث'' پر ہے۔

مدرسہ ''خیر المدارس'' کے ان کارپردازوں سے درخواست ہے، جو کہ اوکاڑوی صاحب کو ان حرکتوں کی تنخواہ دیتے ہیں، کہ زکریا صاحب کے خلاف اوکاڑوی صاحب کے حملے کا نوٹس لیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو کہ محمد حسین بٹالوی کے مقابلے میں دیوبندی مناظر تھا۔ دیکھئے بشیر قادری کی ''ترکِ تقلید کے بھیانک نتائج'' (ص ۴۷۔۴۸)

اس قادیانی کذاب نے ایک کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' لکھی ہے۔ اس کے ص ۲۴ (وفی نسخہ ص ۴۱) کی عبارت تھانوی صاحب کو اتنی پسند آئی کہ اسے بغیر کسی حوالہ کے اپنی کتاب ''احکامِ اسلام عقل کی نظر میں'' ص ۲۰۴ پر نقل کر لیا۔ نیز دیکھئے:

	تھانوی صاحب کی کتابیں	مرزا کی کتابیں
۱:	نمازوں کا فلسفہ ص ۵۱	کشتی نوح ص ۶۵
۲:	فلسفہ اخلاق ص ۲۲۴	نسیم دعوت ص ۲۷
۳:	عفت کا فلسفہ ص ۱۶۶	اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۳۰

نیز دیکھئے مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کی کتاب ''مطرقۃ الحدید بر فتوی مولوی رشید'' ص (۵۴)

اوکاڑوی صاحب کو تھانوی صاحب پر، مرزا کی عبارتیں نقل کرنے پر کوئی غصہ نہیں آتا۔ غصہ صرف حکیم صاحب پر آتا ہے کہ جنھوں نے زکریا (صاحب) دیوبندی پر حسنِ ظن رکھتے ہوئے تبلیغی نصاب کی بیان کردہ احادیث کو نقل کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ مرزا ''صاحب'' کی موت ۱۹۰۸ء کے بعد ۱۹۳۰ء میں کسی شخص نے اسے بُرا کہا تو تھانوی صاحب ناراض ہو گئے تھے اور کہا تھا: ''یہ زیادتی ہے، توحید میں ہمارا ان کا

کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختمِ رسالت میں'' (سچی باتیں ص ۲۱۳ مصنف: عبدالماجد دریا آبادی)

۶: ابن خزیمہ، ابن حبان نے جس حدیث کو بغیر تنقید کے اپنی صحیح کتابوں میں روایت کیا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تمام علماء کا اسی پر عمل ہے۔

صحیح ابن حبان (ج ۲ ص ۲۷۸ حدیث ۱۲۵۷) میں سیدنا الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے، جس کے بارے میں نیموی تقلیدی صاحب نے لکھا ہے: ''**و صححه ابن حبان**'' اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن ص ۵۰ حدیث نمبر ۵۸)

اسی طرح صحیح ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۵۷۔۵۸ ح ۱۰۹) کی ایک حدیث کے بارے میں نیموی صاحب نے لکھا ہے: ''**و صححه الترمذي و ابن خزيمة**'' ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن ص ۵۱۔۵۲ ح ۶۱)

اتنی معمولی بات بھی اوکاڑوی کو معلوم نہیں، لہٰذا اوکاڑوی نے وہ اپنی جہالت سے یہ لکھا ہے کہ ''لیکن یہ جھوٹ ہے انہوں نے اسے صحیح نہیں کہا'' (رسالہ الخیر ص ۶۴۹/ص ۳۳)

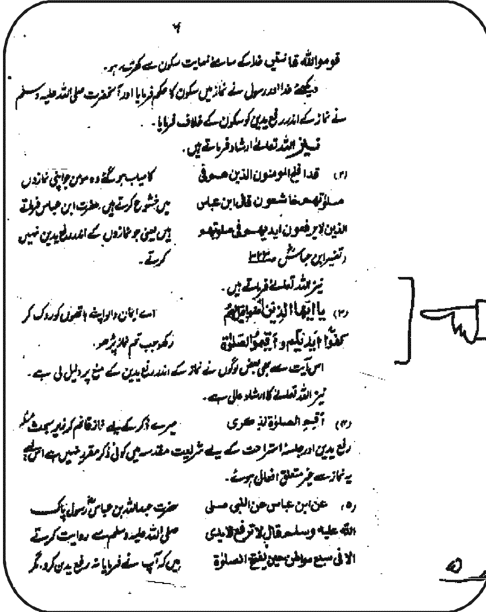
معلوم ہوا کہ نیموی صاحب، اوکاڑوی کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب کے ممدوح ظفر احمد تھانوی نے بلوغ المرام سے ''**وصححه ابن خزيمة**'' نقل کرکے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی: ''**يعني أورده في صحيحه**'' (اعلاء السنن ج ۱ ص ۹۷)

ابو داود کی جس حدیث (تسہیل الوصول ص ۱۴۹/ ۲۱۔۲۰۲) کے بارے میں راقم الحروف نے لکھا ہے کہ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے تو عرض ہے کہ یہی روایت صحیح ابن خزیمہ (ج ۲ ص ۵۹ ح ۹۱۴) اور صحیح ابن حبان (ج ۴ ص ۲۰ ح ۲۲۷۱) میں موجود ہے۔

تنبیہ: کتابت سے ''وغیرہا'' کا لفظ گر گیا تھا جس کا اضافہ ناگزیر ہے اور کتابت کے اس سہو پر اوکاڑوی صاحب نے شور مچانا شروع کردیا۔ سبحان اللہ!

۷: حافظِ قرآن بھی بعض اوقات قرآن پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہے۔ بعض مقامات پر حکیم صاحب یا ناشر سے حوالے کا تسامح ہوا ہے، جس پر اوکاڑوی صاحب ''جھوٹ'' کا فتویٰ داغتے ہیں حالانکہ تقلیدی حضرات کی کتابوں میں اتنے غلط حوالے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔!

۱) اوکاڑوی صاحب! تمھاری وہ کتاب میرے سامنے پڑی ہے جس میں تم نے قرآن مجید پر جھوٹ بولا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کی کتاب کا عکس (SCAN) درج ذیل ہے:



۲

قوموا للّٰہ قانتین خدا کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

دیکھئے خدا اور رسول نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۲) قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون قال ابن عباس الذین لا یرفعون ایدیھم فی صلوٰتھم (تفسیر ابن عباس ص ۲۱۲) — کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یعنی جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۳) یا ایھا الذین قیل لھم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰۃ — اے ایمان والو اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو جب تم نماز پڑھو۔

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع یدین کے منع پر دلیل لی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

(۴) اقم الصلوٰۃ لذکری — میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو [illegible] رفع یدین اور جلسہ استراحت کے لیے شریعت مقدسہ میں کوئی ذکر مقرر نہیں ہے اس لیے یہ نماز سے غیر متعلق افعال ہوئے۔

(۵) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوٰۃ — حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نہ رفع یدین کرو مگر

(کتاب کا نام: تحقیق مسئلہ رفع یدین، مصنف ابو معاویہ محمد امین صفدر جالندھری، اوکاڑوی، ناشر: ابوحنیفہ اکیڈمی۔ فقیر والی۔ ضلع بہاولنگر)

ذرا ہمت کریں اور قرآن مجید سے اپنی پیش کردہ ''آیت'' کا ثبوت تو پیش کریں۔!

۲) اصول شاشی کے حاشیہ نمبر۲ ص ۷۶ پر فاعرضوہ علی کتاب اللہ والی حدیث کو بخاری سے منسوب کیا گیا ہے۔ تمام آلِ دیوبند سے عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں کہاں لکھی ہوئی ہے؟ حوالہ پیش کریں۔

آلِ دیوبند اِن باتوں کا جو جواب دیں گے، ہمارا بھی وہی جواب ہے۔

۸: تراویح کے سلسلے میں آپ پر میرے رسالے ''تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' اور پچاس صفحوں کے ''اکاڑوی کا تعاقب'' کا جواب باقی ہے، جسے آپ شیرِ...سمجھ کر پی گئے ہیں!!

۹: کئی دیوبندی ''حضرات'' نے یہ تسلیم کر رکھا ہے کہ اہلِ حدیث، اہلِ سنت اور اہلِ حق ہیں۔ دیکھئے کفایت المفتی (ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰) احسن الفتاویٰ (ج ۱ ص ۳۱۶)

جبکہ دیوبندیوں کا نہ تو اہلِ سنت ہونا ثابت ہے اور نہ حنفی ہونا۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا سمجھنے والے دیوبندی حضرات کس طرح اہلِ سنت ہو سکتے ہیں؟ (دیکھئے کلیات امدادیہ ص ۹۱، ۱۰۳، تعلیم الدین ص ۱۷۱)

۱۰: صلوٰۃ الرسول میں فضائل کے سلسلے میں بعض ضعیف روایات آ گئی تھیں جن کی نشاندہی راقم الحروف نے حتی الوسع کر دی تھی:

''فضائل میں ضعیف احادیث کا لے آنا صرف حکیم محمد صادق رحمہ اللہ پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ دیوبندیوں و بریلویوں کے مستند علماء اور حنفی فقہاء نے اپنی تصانیف کو ضعیف بلکہ موضوع روایات سے بھر رکھا ہے مثلاً شیخ زکریا سہارنپوری صاحب کی کتاب ''فضائل اعمال'' وغیرہ''

(تسہیل الوصول ص ۱۹)

اس کا اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا مگر ''ضعیف احادیث'' کی رٹ شروع کر دی ہے؟

ماسٹر صاحب! کیا ''فضائل اعمال'' کی ساری احادیث صحیح ہیں؟

۱) تبلیغی نصاب (ص ۳۹۸) اور فضائل نماز (ص ۸۲) میں لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ''جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں'' یہ حدیث کہاں لکھی ہوئی ہے؟ اس کی پوری سند لکھیں اور صحیح ہونا بھی ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو صحیح بخاری (ج ۱ ص ۶۲۵، کتاب التہجد باب ۱۸، ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ) پڑھ لیں۔

تنبیہ: زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے۔

(ج ۴ ص ۱۴۳)

اور اس میں عبدالوہاب بن مجاہد راوی سخت مجروح ومتروک ہے۔حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:
" متروك و كذبه الثوري " متروک ہے اور (سفیان) ثوری نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔(تقریب التہذیب:۴۲۷۸)

اس موضوع روایت کو صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلے میں پیش کر کے زکریا صاحب نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟!

۲) فضائل ذکر (ص ۱۲۱) وتبلیغی نصاب (ص ۵۹۹ ح ۳۵) میں طبرانی کی حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے کہ " فيه قائد ابو الورقاء متروك " فائد مذکور کا اسماء الرجال سے تعارف کرائیں اور پھر اصول حدیث سے ثابت کریں کہ متروک کی روایت کا کیا حکم ہے؟

۳) تبلیغی نصاب (ص ۳۵۵) فضائل نماز (ص ۳۹) میں "من ترك الصلاة حتى مضى وقتها ثم قضى عذّب فى النار حقبًا ... " والی جو حدیث لکھی ہوئی ہے اس کی سند اور حوالہ پیش کریں۔خود زکریا صاحب نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے، "لم اجده فيما عندى من كتب الحديث ..." الخ اس کا پورا ترجمہ بھی لکھیں۔

شرم نہیں آتی! شیشے کے مکان میں بیٹھ کر پتھر برسا رہے ہو!

پہلے اپنے اکابر کی کتابوں سے موضوع، بے اصل اور ضعیف روایات کا خاتمہ کریں پھر حکیم صاحب پر تنقید کرنا!

یادرہے کہ حکیم صاحب کی بیان کردہ ضعیف احادیث میں سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس پر مسلکِ اہلِ حدیث کے کسی بنیادی مسئلہ کا دارومدار ہے۔

☆ فاتحہ (صحیح بخاری:۷۵۶)

☆ رفع یدین (صحیح بخاری:۷۳۶)

☆ آمین بالجہر (ابوداود:۹۳۲۔۹۳۳،اور صحیح البخاری: قبل ح ۷۸۰)

☆ سینے پر ہاتھ 　 (صحیح بخاری کی ذراع والی حدیث: ۷۴۰، اور مسند احمد: ۲۲۶۵)

☆ تراویح 　 (صحیح بخاری: ۲۰۱۳)

جبکہ دیوبندیوں کے بہت سے مسائل ضعیف احادیث پر مشتمل ہیں مثلاً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور ترک رفع یدین، وغیرہ

۱۱: 　 اوکاڑوی صاحب کو تقلید کا معنی ہی معلوم نہیں، اس لئے بعض محدثین کو بغیر کسی دلیل کے شوافع قرار دے کر ''مقلدین'' بنا رہے ہیں۔ حالانکہ اوکاڑوی صاحب کے سراسر برعکس، شوافع کا یہ نعرہ ہے: ''**لسنا مقلدين للشافعي .**'' ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں۔ (تقریرات الرافعی ج ا ص ۱۱)

شوافع تو یہ کہتے تھے کہ ہم مقلدین نہیں ہیں اور اوکاڑوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ مقلدین ہیں!

[ثابت ہوا کہ اوکاڑوی صاحب نے کذب وافتراء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔]

۱۲: 　 ص ۶۵۹/۴۳ پر اصولِ حدیث سے جاہل، اوکاڑوی نے تدلیس کے مسئلے میں یہ تاثر دیا ہے کہ راقم الحروف نے بعض مدلسین کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

اوکاڑوی کی ذکر کردہ پہلی تین روایتوں میں تصریحِ سماع درج ذیل ہے:

۱) 　 بحوالہ (ص ۱۵۲) اسے قتادہ سے شعبہ نے روایت کیا ہے، اور سنن ابی داود میں قتادہ کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ حدیث نمبر ۳۹۶

تنبیہ: 　 شعبہ کی قتادہ سے روایت تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۲) 　 بحوالہ (ص ۱۶۰) رواہ شعبہ عن قتادہ احمد (۳/۲۸۲) وصرح بالسماع عند البخاری (۵۹۷)

۳) 　 بحوالہ (ص ۳۷۷) رواہ شعبہ عن قتادہ بہ

یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم کی ہیں اور اوکاڑوی کے ''بزرگ'' سرفراز خان صفدر نے کہا ہے: ''صحیحین میں تدلیس مضر نہیں''

(خزائن السنن ج ا ص ا، بحوالہ مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷، وتدریب الراوی ص ۱۴۴)

اوکاڑوی صاحب، حکیم محمد صادق صاحب (رحمہ اللہ) کے غصے میں، صحیحین کی روایات کو بھی ضعیف قرار دینا چاہتے ہیں۔!

۱۳: ص ۶۶۰/۴۴ پر اوکاڑوی صاحب نے دیوبندی ظن وتخمین سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اور یہ سینے کا لفظ بھی کاتب کی غلطی سے معلوم ہوتا ہے''

حالانکہ یہ لفظ مسند احمد کے تمام نسخوں میں موجود ہے۔ اسے علامہ ابن جوزی نے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

یہاں تو اوکاڑوی کے نزدیک کاتب کی غلطی ہوگئی، مگر صلوٰۃ الرسول میں اگر کتابت یا سہوِ بشری سے کوئی حوالہ غلط ہو گیا ہے تو اوکاڑوی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا ہے۔

کیا دیوبندی انصاف اسی کا نام ہے۔؟!

۱۴: صحیح بخاری میں تعلیقاً مروی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی آمین بالجہر کہتے تھے۔ یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج کے سماع کی تصریح کے ساتھ موجود ہے۔

اس کی سند میں مسلم بن خالد کا نام ونشان نہیں، مگر اوکاڑوی صاحب نے سلسلہ ضعیفہ (ج ۲ ص ۳۶۸) سے مسلم بن خالد پر جرح اور تدلیس ابن جریج کا اعتراض کیا ہے، حالانکہ چند سطریں بعد البانی صاحب رحمہ اللہ اسے امام بخاری سے نقل کرتے ہیں اور صفحہ ۳۶۹ پر فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

اسی قسم کے دھوکے دیوبندیت کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لئے روا رکھے جا رہے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب! میرے پچاس صفحات کے خط کا لفظ بلفظ جواب دو۔

صلوٰۃ الرسول کی تخریج میں سے صرف ایک ایسی حدیث نکالو، جس کا راوی مدلس ہو، عن سے روایت کر رہا ہو، سماع یا متابعت ثابت نہ ہو اور راقم الحروف نے اسے صحیح یا حسن کہا ہو۔ و ما علینا إلا البلاغ (ربیع الاول ۱۴۲۱ھ)

[یہ مضمون تقریباً ۱۲ سال پہلے لکھا گیا تھا۔ (۲۰/ فروری ۲۰۱۲ء)]